دین و علم کی خدمت

اور

ایمانی تقاضے کی اہمیت

از

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم

مُرتب

محمد اسعد قاسمی

ناشر

مکتبہ دار العلوم الاسلامیہ بستی یوپی الہند

www.abulhasanalinadwi.org

سلسلہ مطبوعات ۳۱

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

بار اول ——— سنہ ۱۴۱۴ھ - سنہ ۱۹۹۴ء

کتابت ——— اشرف بستوی۔

طباعت ———

صفحات ——— ۴۸

قیمت ———

طابع وناشر

مکتبہ

دار العلوم الاسلامیہ پوسٹ بکس ۲ بستی

یو، پی - الہند

فہرست عناوین

نمبر سلسلہ		صفحہ
۱	عرض مرتب	۴
۲	خدمت دین کے دائمی اور ابدی امکانات	۵
۳	انسان کی مخفی صلاحیتیں	۶
۴	ہنوز آں ابر رحمت درفشاں ست	۷
۵	کامیابی کی چند شرائط	۹
۶	تذکرۂ اسلاف کے متضاد اثرات	۱۰
۷	توفیق الٰہی ہر زمانے کے لحاظ سے ہوتی ہے	۱۱
۸	برخود نظر کشا ز تہی دامنی مرنج	۱۲
۹	اہل درد وخلوص کی کمی	۱۳
۱۰	اخلاص کی برکتیں	۱۴
۱۱	دین وایمان کو جسم وجان پر ترجیح دینا ایمانی تقاضا ہے	۱۷
۱۲	ایک غلط فہمی کا ازالہ	۱۹
۱۳	اسلام میں انفرادی واجتماعی دونوں خودکشی حرام ہے	۲۱
۱۴	ہندوستانی مسلمانوں کی غیرت کا امتحان	۲۲
۱۵	ذاتی مفاد کی ترجیح کا رجحان خطرناک ہے	۲۳
۱۶	غیرت ایمانی کا تقاضا	۲۴
۱۷	اسلام کے لئے کسی موہوم خطرے کو بھی گوارا نہیں کرنا چاہئے	۲۵
۱۸	جسمانی موت کے بجائے روحانی موت خطرناک ہے	۲۷
۱۹	ہماری ایمانی حالت قابل تشویش ہے	۲۸
۲۰	صحابۂ کرام کے ایمان وعمل کے اعلیٰ معیار کی ایک مثال	۳۱
۲۱	کم از کم ایمان کا ادنیٰ تقاضا تو پورا کریں	۳۳
۲۲	سنت یعقوبی کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے	۳۴
۲۳	ایمان جان سے زیادہ عزیز ہونا چاہئے	۳۹
۲۴	حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کا قصہ اور ایمان کی قدر وقیمت	۴۰
۲۵	ایمان کو جان پر مقدم سمجھنا ایمان کا تقاضا ہے	۴۵

www.abulhasanalinadwi.org

عرضِ مُرتّب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

ہندوستان کے موجودہ حالات میں اسلامی تہذیب و تمدن، اسلامی تعلیم و تربیت، اسلامی امتیازات و تشخصات کے لئے جو خطرات پیدا ہو گئے ہیں اور سیکولر اور مشرکانہ نظام تعلیم نے مسلمانوں کے دین و ایمان اور تہذیب کے لئے جو مسائل و مشکلات کھڑی کر دی ہیں ان کے دفاع کے لئے تیاری اور بیداری و ہشیاری کی جیسی ضرورت اس وقت ہے ویسی شاید کبھی نہ تھی۔

دین و ایمان کے لئے اسی سیکولر اور مشرکانہ چیلنج کے جواب و دفاع کے سلسلے میں ہم مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی دامت برکاتہم کی چند فکر انگیز ایمان افروز اور دل پذیر تقریریں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جن کے ہر لفظ میں غیرت دینی اور حمیت ایمانی کی حرارت محسوس ہو رہی ہے جن سے امید ہے کہ ہمارے دلوں کی سرد انگیٹھیاں گرم ہوں گی اور ہمارے اندر بھی کچھ حرکت و حرارت پیدا ہو سکے گی۔ حضرت مولانا مدظلہ نے جس درد و خلوص و دلسوزی سے یہ کلمات ارشاد فرمائے ہیں ان کی قوت و تاثیر کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ "ہر چہ از دل خیزد بر دل ریزد"

اللہ تعالیٰ ہمیں دین و ایمان کے تقاضوں کو سمجھنے اور ان کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد اسعد قاسمی
دار العلوم الاسلامیہ بستی

۱۵ر شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ

خدمتِ دین و علم کے دائمی اور ابدی امکانات"

۲۷ر فروری ۱۹۸۳ء کو شہر بستی میں دینی تعلیمی کونسل کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی ایک اہم کانفرنس میں شرکت کے لئے عالم اسلام کی ممتاز و مایۂ ناز شخصیت مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم یہاں تشریف لائے، آپ کے اعزاز میں شہر میں متعدد پروگرام ہوئے ان میں ایک عظیم الشان پروگرام ۲۷ر فروری ۸۳ء کو صبح آٹھ بجے دار العلوم الاسلامیہ میں منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن کریم کے بعد جناب مولانا محمد مرتضیٰ صاحب مظاہری ناظر کتب خانہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ و رکن دار العلوم الاسلامیہ بستی نے تمہیدی تقریر کی، اسکے بعد حضرت مولانا مدظلہ کی خدمت گرامی میں دار العلوم الاسلامیہ کی طرف سے راقم سطور نے سپاس نامہ پیش کیا۔ اخیر میں حضرت مولانا نے طلبہ و اساتذہ اور معززین شہر کو خطاب فرمایا، تقریر کا مکمل متن ٹیپ کی مدد سے مرتب کر کے افادۂ عام کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

"خدمتِ دین و علم کے دائمی اور ابدی امکانات"

انسان کی مخفی صلاحیتیں

انسان اپنی ذات سے خاک کا پتلا ہے، وہ بذات خود کسی کمال کا مالک نہیں ہے، اپنی فطرت کے لحاظ سے وہ عاجز ہے، بے علم ہے، بے کمال ہے، بلکہ بے صفت ہے، بے حیثیت ہے، کوئی اس کی قدر و قیمت نہیں، اس کے اندر جو کچھ کرنے کی طاقت اور عمل کی توفیق پیدا ہوتی ہے اور اُس سے ان کمالات کا اظہار ہوتا ہے جن کی وسعتوں، گہرائیوں اور بلندیوں کی پیمائش کوئی بڑے سے بڑا انسانی ذہن نہیں کر سکتا اور کسی بڑے سے بڑے شاعر کا تخیل بھی وہاں تک پہنچ نہیں سکتا، وہ سب کچھ درحقیقت نتیجہ ہے۔

ارادۂ الٰہی اور امرِ الٰہی کا اور یہی حقیقت ہے جو اس آیت کریمہ میں بیان کی گئی یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ

مِنْ عِبَادِہٖ۔ وہ چاہے تو بے جان خاکی پتلوں میں جان ڈال دے اور جان ہی نہ ڈال دے بلکہ مسیحائی کا کام لے۔ ؎

ع جو نہ تھے خود راہ پر غیروں کے ہادی بن گئے
کیسا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

یہ جب نبی کا کارنامہ ہے تو خدا کی قدرت کا کیا پوچھنا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سب تعریف خدا کی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وہ جس سے چاہے کام لے اور جب چاہے کام لے اور پھر جتنا چاہے کام لے، یہ سب چیزیں اور سارے حدود و قیود اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

ہنوز آں ابرِ رحمت در فشان ست

حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے رفقاء اور تربیت یافتہ حضرات جن میں سے حضرت مولانا سید جعفر علی صاحب بستویؒ کا نام یہاں پر زیادہ موزوں اور برمحل ہے ان حضرات کی ساری خدمات اور دینی و دعوتی جد و جہد درحقیقت امرِ الٰہی اور ارادۂ الٰہی کا کرشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں سے کام لیا اور انہوں نے دین کے احیاء کا عظیم الشان فرض انجام دیا، دلوں کو زندہ کر دیا، آنکھوں کو روشن

www.abulhasanalinadwi.org

کردیا، روحوں کو بے تاب بنا دیا اور جہالت کے بادل چھٹ گئے، علم کے دریا بہ گئے، جگہ جگہ اور چپہ چپہ پر مدرسے قائم ہوئے اور گھروں کی فضائیں اور وسعتیں اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کے ذکر سے معمور ہوگئیں یہ سب اللہ تعالیٰ کے ارادہ "کُنْ فَیَکُوْنُ" کا کرشمہ ہے وہ جس سے چاہے کام لے، بڑے بڑے بزرگوں کے نام لینے سے بعض اوقات ایک قدرتی اثر کے طور پر یا ردِّ عمل کے طور پر یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ لوگوں کو کچھ مایوسی سی ہوتی ہے کہ اب نہ ایسے بزرگ پیدا ہوں گے نہ ایسی ہستیاں آئیں گی اور نہ یہ کام ہوگا، بلند پایہ شخصیات کا تذکرہ پڑھ کر مایوسی کا شکار ہونا قانونِ قدرت سے ناواقفیت کی بات ہے، اس کے برخلاف اس سے ہم کو حوصلہ مندی کا ایک پیام ملتا ہے اور کچھ کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب سب کچھ ارادۂ الٰہی پر موقوف ہے، تو پھر مایوسی کی کیا بات ہے، اس کی بیشک کچھ شرطیں ہیں پہلی شرط تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے اس کے بعد یہ ہے کہ ع

دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

کامیابی کی چند شرائط

اس کے لئے کچھ اخلاص کی ضرورت ہے اور تھوڑے سے مجاہدے اور ایثار کی ضرورت ہے اور عزمِ قوی کی ضرورت ہے تو اگر یہ صفات پیدا ہوں اور جب بھی یہ پیدا ہوں گی اور ادھر سے ارادۂ الٰہی ہوگا اور یہ کنکشن مل جائے گا تو کامیابی یقینی ہے ان مخلصین کے ذریعہ حالات اور ماحول میں بڑے سے بڑا انقلاب برپا ہوسکتا ہے جب حقیر سا تخم اچھی زمین میں پڑ جاتا ہے تو گل و گلزار اور ہری بھری کھیتیاں وجود میں آجاتی ہیں حالانکہ اس تخم کی کیا حقیقت ہے؟ اگر آپ اس کو ہتھیلی پر رکھ کر اڑا دیں تو وہ اڑ جائے اور یہ مٹی جس کے اندر نہ حلاوت ہے اور نہ طاقت ہے اور حیات بخشی تو بڑی چیز ہے اس کے اندر سرے سے حیات ہی نہیں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمین مردہ تھی ہم نے پانی کا ایک چھینٹا اس پر ڈال دیا تو اِهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وہ جھوم اٹھی، تو جب ایک تخم کے ایک صحیح زمین پر ڈالنے سے یہ کھیتی پیدا ہوسکتی ہے جو ہم اور آپ دیکھ رہے ہیں تو پھر قلبِ انسانی میں اگر صرف اتنی صفت پیدا ہوجائے کہ خدا کی نعمتوں کی ناقدری نہ کرے اور خدا کی نعمت کو قبول کرنے کی استعداد پیدا ہوجائے تو پھر وہ کیا کچھ نہیں دکھا

www.abulhasanalinadwi.org

سکتا ہے اور کیسے کیسے عجائبات اس سے ظہور میں نہیں آسکتے ہیں۔

تذکرۂ اسلاف کے متضاد اثرات

بزرگوں کے نام لینے سے ایک فوری اثر تو یہ پڑتا ہے کہ آدمی کہتا ہے کہ بس اب تو آدمی کو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانا چاہیے اور مایوس ہوجانا چاہیے کہ اب نہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے اور نہ ان کے بنانے والے اور نہ ان کی تربیت کرنے والے، اب کہاں شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور شاہ عبدالقادر صاحبؒ ہوں گے کہ حضرت سید احمد شہیدؒ جن کے دامن عاطفت میں پرورش پائیں اور کہاں اس خاندان کے وہ قدسی نفوس ہوں گے اور کہاں یہ کام، یہ احساس و تاثر انتہائی غلط اور مضر ہے۔

اس کے برخلاف یہ اثر ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو اگر اپنے دین کو زندہ رکھنا ہے اور یقیناً رکھنا ہے اور یہ دین آخری ہے، اس کا کوئی بدل اور قائم مقام نہیں، تو پھر بجائے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونے کے اللہ کی رحمت سے نئی نئی امیدیں قائم کرنی چاہئے ؎

ع فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم می کنند آنچہ مسیحا می کرد

توفیق الٰہی ہر زمانے کے لحاظ سے ہوتی ہے

ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسی پایہ کی ہستیاں پیدا ہوں گی اور شاید اس کی ضرورت بھی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہر زمانہ کے مطابق معاملہ کرتا ہے۔ اور کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ کے بموجب اس کی تجلیات بھی مختلف ہوتی ہیں، یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی طرز پر ہر زمانہ میں کام ہو، لیکن مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں اور حقیقت میں ہمارے یہ خس پوش مدارس، خس پوش تربیت گاہیں اور خانقاہیں، یہی ایسے لوگوں کو پیدا کرتی تھیں جو رہتے تو تھے جھونپڑوں میں لیکن وہ امیروں کیا بادشاہوں کے محلوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔

ہمارے یہی خس پوش مدارس، تربیت گاہیں، خانقاہیں ایسے خستہ حال لیکن بلند خیال افراد کو تیار کرتی تھیں جو اپنی بوریائے فقر پر بیٹھ کر بادشاہوں کو خاطر میں نہ لائیں اور جو اپنے کپڑوں میں پیوند لگا کر قبائے شاہی کو ہاتھ نہ لگائیں، آج بھی ایسے لوگوں کی ضرورت ہے، ایسے "درویشانِ خدامست" کی ضرورت ہے اور ان کے پیدا ہونے کی امید ایسے ہی خس پوش مکانوں اور ایسی ہی سادہ و معمولی جگہوں میں ہوسکتی ہے۔ آپ تاریخ اسلام اور اس میں بھی خاص طور پر اصلاح

www.abulhasanalinadwi.org

و تجدید کی تاریخ میں جن لوگوں کے نام سنتے اور پڑھتے ہیں وہ وہی لوگ ہیں جو غریب گھرانوں میں پیدا ہوئے سادہ ماحول میں رہے اور ایک مدت گذری کہ ان کو پیٹ بھر کر کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا تھا اور ان کے والدین تک کو نصیب نہیں ہوتا تھا کہ اپنے بچوں کو کیا کھلائیں، پھر انہی جھونپڑوں میں سے وہ چراغ نکلے جنھوں نے عالم کا عالم روشن کر دیا۔

بر خود نظر کشا ز تہی دامنی مرنج

آج اس کی ضرورت ہے کہ آپ اپنے وسائل کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں اور آپ انکا موازنہ بڑے بڑے اُن دارالعلوموں اور ان مدارس وجامعات سے نہ کریں کہ جن کے افسانے آپ سنتے ہیں، اور جنکو بہت سے لوگ منتہائے پرواز اور منتہائے تخیل سمجھتے ہیں، آپ ان کی قدر کریں اور کوشش کریں کہ انکے اندر وہ صفات پیدا ہوں کہ ان کی طرف اللہ کی رحمت متوجہ ہو، اور پھر اللہ تعالیٰ انہیں میں سے کسی کا انتخاب کرے اور پھر اس زمانہ کی ظلمتوں میں (جیسی کہ ہر زمانہ کی ظلمتیں ہوتی ہیں) کوئی علم اور اصلاح کا نور پیدا ہو، یہ علاقہ نیپال کی پوری ترائی اور یہ مشرقی علاقہ اور خاص

طور پر یہ ضلع بستی میرے لئے بہت کشش رکھتا ہے اور یہاں کے لوگوں سے پرانے تعلقات ہیں جیسا کہ مولانا مرتضیٰ صاحب نے اشارہ کیا اور سپاسنامے میں بھی اشارے آئے، تو ہم یہاں آنے پر حقیقت میں کسی اعزاز اور سپاسنامے کے مستحق نہیں تھے اور اس کا خیال بھی نہیں تھا لیکن زمانہ میں ایک رسم ہو گئی ہے، بہر حال ہمیں کسی استقبال اور خیر مقدم کی ضرورت نہیں جیسا کہ کل ایک عزیز نے کہا کہ ہم اپنے گھر آئے ہیں اور حقیقت میں تو ے

ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

دین کی خدمت کرنے والوں کا معاملہ یہ ہے کہ جہاں جائیں وہ ان کا گھر ہے اور وہاں جانا بھی ان کا فرض ہے اور خدمت کرنا بھی ان کا فرض ہے۔

اہل درد و خلوص کی کمی

بہر حال ہمارے اوپر اس کی ایک ذمہ داری ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اور آپ بھی دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس ذمہ داری کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس مدرسہ کو ترقی دے اور اس قابل بنائے کہ یہاں پر اصل مقصد کو پورا کرنے والے لوگ پیدا ہوں،

www.abulhasanalinadwi.org

اِس وقت نہ عالموں کی کمی ہے نہ مصنفوں اور مفکروں کی کمی ہے بلکہ اہل درد کی کمی ہے ان لوگوں کی کمی ہے جن کے دلوں پر واقعی چوٹ ہو جیسی چوٹ حضرت سید احمد شہیدؒ کے لوگوں کے دلوں پر تھی اور جیسی چوٹ حضرت مولانا سید جعفر علی صاحبؒ کے دل پر تھی۔

ایک بے چینی کی کیفیت تھی کہ گاؤں گاؤں پھرنا، لوگوں کی خوشامد کرنا، گھر گھر جانا، دین کی طرف بلانا، سنتوں کا احیاء اور بدعتوں اور جاہلیت کی رسوم وعقائد کا ازالہ ان سب کے لئے وہ ماہی بے آب کی طرح بے چین رہے، اسی طرح ان کی عمر اسی تڑپ اور سوز میں گذری آج اس سوز کی کمی ہے، ساز کی کمی نہیں، اور ہم زیادہ تر ساز کا مظاہرہ دیکھتے ہیں اور ہر جگہ ساز ہی ساز ہے اور اب تو بہت جگہ مادیت اور کفر سے بھی ساز باز کر لیا گیا ہے اور ساز سے معاملہ ساز باز تک پہنچ گیا ہے، تو اس وقت ساز سے زیادہ سوز اور صورت سے زیادہ حقیقت اور بے چینی کی ضرورت ہے۔

اخلاص کی برکتیں

اگر اللہ تعالیٰ آپ کے اس علاقہ میں دین کے ایسے دو آدمیوں کو پیدا فرما دے جن کو لوگوں کی جہالت، بدعملی اور بداعتقادی سے

قلبی بے چینی ہو تو پورے علاقہ کی اصلاح ہو سکتی ہے، اور جیسے کم سے کم قاضی عدیل صاحب عباسی مرحوم تھے کہ ان کے دل پر ایک چوٹ لگی کہ اگر یہی لیل ونہار رہے اور یہی سرکاری تعلیم رہی اور مسلمانوں کی آئندہ نسلیں اس کے حوالے ہوتی رہیں تو یہ اسلام سے بالکل بے بہرہ ہوں گی اور صرف سلبی طور پر بے بہرہ ہی نہیں ہوں گی بلکہ ایجابی طور پر یہ ہندو "دیومالا" اور جاہلیت ہندیہ کی حلقہ بگوش ہو جائیں گی، تو اس بے چینی وفکر نے اس دینی تعلیمی تحریک کو وجود بخشا، یہ میں نے ایک مثال دی جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے ایک ایسے فرد کی کہ جس کے کام کرنے کے بہت سے میدان تھے اور وہ ہندوستان کے افق پر ایک روشن ستارہ کی طرح چمک سکتا تھا لیکن اس نے اپنے لئے کام کا ایک بظاہر چھوٹا اور حقیر سا میدان منتخب کر لیا اور اس میں اپنی صلاحیتوں کو صرف کیا اور آج اس کا نتیجہ ہم دیکھ رہے ہیں اور ابھی دیکھیں گے کہ کس پیمانہ پر آپ کے اس ضلع نسبتی میں کانفرنس ہوگی اور کہاں کہاں سے لوگ آئیں گے، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر سید حامد صاحب تشریف لائے ہیں اور مختلف جگہوں سے اور بھی ماہرین تعلیم اور اہل فکر مسلمان اور دانشور حضرات آئے ہیں، تو اس طرح بس ضرورت

www.abulhasanalinadwi.org

اس کی ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ ایسا کھڑا ہوجائے کہ جس کے دل پر چوٹ لگی ہو، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو دیکھئے کہ

ع "جہانے را دگرگوں کرد یک مردِ خود آگاہے"

دنیا کو ہلا کر رکھ دیا، یہاں سے لے کر امریکہ اور ابھی چند دن ہوئے روس تک ایک جماعت گئی تھی۔ دنیا کے ایک مشرقی کنارے سے دوسرے مغربی کنارے تک اور شمال و جنوب میں انہوں نے ایک حرکت پیدا کردی ہے تو ان کی بے چینی نے یہ حرکت پیدا کی۔ اسی کی ضرورت ہے اور باقی یہ خیال کہ جب تک بڑی بڑی عمارتیں نہ ہوں، بہت بڑا بجٹ اور پروپیگنڈہ نہ ہو، لٹریچر اور میگزین نہ ہو، اور وہ جامعہ کی سطح کا کوئی مدرسہ نہ ہو تو اس وقت تک کچھ نہیں ہوسکتا۔ یہ سب خیالات ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اصل چیز عزم، بے چینی اور درد ہے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ میں وہ روح اور وہ حقیقت پیدا کرے جس سے دینی تعلیم کا مقصدِ اصلی حاصل ہو۔

"دین و ایمان کو جسم و جان پر ترجیح دینا ایمانی تقاضا ہے"

یہ ایمان افروز تقریر حضرت مولانا دامت برکاتہم نے دینی تعلیمی کونسل کے اجلاس عام منعقدہ ۲۷ فروری ۸۳ء بوقت ۸ بجے شب بمقام خیر انٹر کالج بستی فرمائی۔

www.abulhasanalinadwi.org

"دین وایمان کو جسم وجان پر ترجیح دینا ایمانی تقاضا ہے"

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

خطبۂ مسنونہ کے بعد آپ نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ وَ اَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ

حضرات!

اتنی رات ہوگئی ہے اور میں خود اس حال میں ہوں کہ میرا جی چاہا کہ میں دعا پر جلسہ کو ختم کردوں لیکن مجھے ان لوگوں سے شرم آئی جو اس وقت تک بیٹھے رہے ہیں۔ اور میں ان کے صبر کا زیادہ امتحان لینا مناسب نہیں سمجھتا اس لئے کہ اس کی بھی ایک حد ہوتی ہے اور جو بات توجہ اور شوق کی حالت میں کہی جاتی ہے وہ شوق کے ساتھ سنی جاتی ہے، اور اس کا اثر بھی ہوتا ہے، تو میں کوئی لمبی تقریر نہیں کروں گا اور آپ تقریر

ہی سنتے رہے ہیں یعنی یہ آپ کو شکایت نہیں ہوگی کہ آپ نے کوئی تقریر نہیں سنی، تقریباً ایک دو کو مستثنیٰ کرکے جو صاحب بھی تشریف لائے انہوں نے پوری پوری تقریر کی ہے اس لئے اب میرا بہت سا کام بلکہ تقریباً پچانوے اور اٹھانوے فیصدی کام اس سے پہلے ہوگیا ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم کی ایک آیت پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اس کا واقعہ یہ ہے جو میں آپ کو پہلے سنا دوں کہ ایک موقع پر بعض مسلمان ایسے تھے جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اور اپنے کو خطرہ میں ڈال کر اسلام کی خدمت کر رہے تھے اور بالکل نتائج سے بے پروا ہوکر، مسلمان تو قرآن شریف پڑھے ہوئے ہوتے ہی ہیں اور اس زمانہ کے لوگ اور زیادہ پڑھے ہوئے تھے۔ ان میں کچھ لوگوں کو خیال ہوا کہ فتح مکہ کے بعد اسلام غالب ہوچکا ہے اور اب انفاقِ مال اور جہاد کی ضرورت نہیں، اس لئے ہم لوگوں کو کھیتی باڑی اور تجارت وغیرہ میں لگنا چاہئے، اس موقع پر ایک بڑے جلیل القدر صحابی سیدنا حضرت ابوایوب انصاریؓ (جو میزبان رسولؐ اور بقول مولانا شبلی کے میزبانِ عالمؐ کے میزبان تھے یعنی حضورؐ جو دنیا کے میزبان ہیں جن سے

www.abulhasanalinadwi.org

ساری دنیا کو اسلام اور ہدایت کی نعمت ملی، ان کو اللہ تعالیٰ نے آپ کا میزبان ہونے کا شرف عطا فرمایا تھا) وہ برداشت نہ کر سکے، انہوں نے کہا کہ لوگو! اس آیت کا مطلب ہم سے پوچھو، ہم انصاریوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اور جتنا ہم اس کو سمجھتے ہیں اتنا دوسرا نہیں سمجھتا اسلئے کہ ہم پر گذر چکی ہے، اور ہم ہی اس کے اول مخاطب تھے، قصہ یہ پیش آیا کہ جب اسلام مدینہ میں آیا اور ہم لوگوں نے اس کے لئے قربانیاں دینی شروع کیں، اپنا سارا وقت اس کے نذر کیا، اپنی ساری صلاحیت، توانائی سب کچھ اس کے سپرد کر دیا تو قدرتاً ہمارے کاروبار اس سے متاثر ہونے لگے، باغوں کو پانی دینے کا وقت نہیں رہا، دوکان پر بیٹھنے کا وقت نہیں رہا، مکانوں کی تعمیر اور کاروبار کے بڑھانے کا وقت نہیں رہا تو ہمارے ذہنوں میں یہ بات آئی کہ کچھ دنوں تک تو ہم نے آنکھ بند کر کے کام کیا، اپنوں کو جھونک دیا، لیکن جب مسلمانوں کی تعداد بڑھی اور خدا کے فضل سے ہر محاذ پر اسلام کے سپاہی پیدا ہو گئے، تو ہم نے یہ سوچا کہ اب حضورؐ سے کچھ دنوں کے لئے چھٹی لے لیں اور کہیں کہ اب ذرا ہم اپنے کاروبار کو سنبھال لیں، اس کے بعد پھر ہم آگے رہیں گے۔ ہم ہمیشہ کے لئے چھٹی نہیں لے رہے ہیں۔ بس یہ خیال آنا تھا اور ابھی

شاید زبان پر بھی یہ بات نہیں آئی تھی اور آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی نوبت تو کیا آئی ہوگی، اس خیال کا آنا تھا کہ قرآن شریف کی آیت نازل ہوئی کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرو اور اس خرچ کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف مال خرچ کرو بلکہ جان و مال سے لے کر وقت اور صلاحیت و توانائی اور توجہ سب صرف کرو اور اپنے آپ ہلاکت میں نہ پڑو اور اپنے کو ہلاکت کے خندق میں نہ ڈھکیلو بلکہ پھانسی کے تخت پر نہ چڑھو، اور اپنے گلے میں پھانسی نہ ڈالو، جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس نے ہم کو چونکا دیا، یہ آیت کیا تھی ایک کوڑا اور ایک تازیانہ تھا۔ ہم تڑپ گئے، اور بے قرار ہو گئے اور معلوم ہو کہ اسلام کی خدمت میں اپنے کاروبار سے آنکھیں بند کر لینا خودکشی نہیں ہے بلکہ اسلام کی خدمت کے مقابلہ میں اپنے کاروبار کو ترجیح دینا اور اپنے مادی تقاضوں کا زیادہ لحاظ کرنا اور اس سے اسلام کے جو تقاضے ہیں ان کے پورے ہونے میں فرق آئے تو یہ خودکشی ہے۔

اسلام میں انفرادی و اجتماعی دونوں خودکشی حرام ہیں

اور آپ کو معلوم ہے کہ فرد کی خودکشی بھی اسلام میں حرام ہے، یہ مسئلہ سب جانتے ہیں کہ اگر کوئی زہر کھا کر مرنا چاہے خواہ وہ کتنا ہی بیمار

www.abulhasanalinadwi.org

ہو اور خواہ اس کو کتنی ہی ناقابل برداشت اذیت اور تکلیف ہو رہی ہو، جب بھی اسلام میں اس کو حرام قرار دیا گیا ہے اور کوئی اس کی اجازت نہیں دے سکتا، کسی فرد کی خودکشی کو خواہ وہ بہت ہی اضطراری حالت میں بھی ہو جب بھی اسلام نے حرام قرار دیا ہے، تو ایک قوم اور ایک جماعت کی خودکشی کو کیسے جائز قرار دے سکتا ہے؟ اور پھر اس ملت کی خودکشی کو جس سے دوسروں کی جان اور زندگی کا مسئلہ وابستہ ہے جو آخری امت اور آخری ملت ہے۔ اور ساری انسانیت کے لئے بڑا سہارا ہے، اور اگر وہ ڈوبی تو سارا عالم ڈوب جائے گا، اور وہ بچی تو پھر عالم اگر ڈوب بھی رہا ہوگا تو بچ جائے گا، اور آج ڈوبے گا تو کل نکل آئے گا، اور اللہ تعالیٰ اسی طریقہ سے انسانیت کی گاڑی چلاتا رہے گا، لیکن اگر اس امت کا بیڑا غرق ہوا اور اس امت نے اپنے گلے میں پھانسی ڈال کر خود اپنی زندگی ختم کر دی تو یہ اجتماعی خودکشی نہیں، قومی خودکشی نہیں، بلکہ انسانیت کی خودکشی ہے، یہ پورے ملک کی خودکشی نہیں پوری دنیا کی خودکشی ہے۔

ہندوستانی مسلمانوں کی غیرت کا امتحان

تو میرے دوستو اور بھائیو، آپ نے تقریریں

اور تجویزیں سنیں، آپ نے خطرے سنے، اور خطروں کا علاج سنا، اب بات یہ ہے کہ کیا دنیا میں کوئی غیرت دار انسان تو الگ ہے کوئی انسان بھی اس کا تصور بھی کر سکتا ہے کہ ایک پوری کی پوری ملت جس نے ہندوستان میں انسانیت اور اسلام کا پیغام پہنچایا۔ آدمی بنایا اور جس نے توحید کا سبق سکھایا اور جس نے آدمی بن کر زمین پر چلنا سکھایا، وہ ملت محض اپنے موہوم خطروں کی وجہ سے اور حقیر فائدوں کی وجہ سے اجتماعی خودکشی اور ملی خودکشی کا ارتکاب کرے۔؟

ذاتی مفاد کی ترجیح کا رجحان خطرناک ہے

آج مسلمانوں کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ خطرے کو سمجھتے ہوئے بھی اپنے ذاتی مفادات اور مصلحتوں کو اور آرام اور تن آسانی اور تھوڑی سی آمدنی کو اور تھوڑے سے کیریر اور مستقبل کو ترجیح دیتے ہیں، یعنی مسلمانوں کے ایمان کی کمزوری یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ یہ خطرہ نہیں برداشت کر سکتے کہ باپ جا کر کے اسکول میں کہہ دے کہ میرا بچہ اردو کے ذریعہ سے تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے، یا اردو پڑھنا چاہتا ہے۔ اس کے اردو پڑھانے کا انتظام کیا جائے، اس لئے کہ وہ خود تیار نہیں ہے، اس کا ضمیر تیار نہیں ہے، وہ کہتا ہے کہ میرا بچہ اگر ہندی چھوڑ کر اردو

www.abulhasanalinadwi.org

پڑھے گا تو اس کا مستقبل روشن نہیں ہے، اور وہ اُس کیریر کو حاصل نہیں کرسکتا، وہ اپنے ان ساتھیوں سے جو ہندی کے ذریعہ تعلیم حاصل کر رہے یا ہندی ہی پڑھ رہے ہیں، ان کے مقابلہ میں پیچھے رہ جائے گا، اور اس کو بڑی نوکری نہیں ملے گی، آپ بتایئے کیا ایمان کے ساتھ یہ بات جمع ہوسکتی ہے؟

غیرت ایمانی کا تقاضا

میں نے صحیح کہا تھا کہ ایمان کا تو ادنیٰ تقاضا یہ ہے اگر مسلمان خواب میں بھی سوتے سوتے دیکھے کہ میرے بچے نے اسلامی اصطلاح کے بجائے غیر مسلموں کی کوئی اصطلاح استعمال کی ہے اور کوئی لفظ بول دیا ہے جیسے تبرک کے بجائے کہا کہ پرشاد دیجئے، اور میلاد نہیں سمجھتا، سیرت کا جلسہ نہیں سمجھتا، کتھا سمجھتا ہے، اور فلاں کا انتقال ہوگیا کے بجائے دیہانت کا لفظ بولتا ہے تو اگر کوئی مسلمان سوتے سوتے بھی یہ خواب دیکھے اور خواب میں تو آدمی سب کچھ دیکھ لیتا ہے اور پردا بھی نہیں کرتا، لیکن ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اگر وہ اپنے بچہ کی کوئی ایسی آواز سن لے تو چیخ کر کے اور رو کر کے وہ اٹھے، بھاگے اور دوڑے اور سارا گھر پریشان ہوجائے کہ کیا بات ہے، یہ کیا مصیبت آئی، سانپ نے

کاٹ لیا، بچھو کہیں اس کے بستر میں تھا اس نے ڈنک مار دیا، ہوا کیا؟ تو مسلمان کہے کچھ نہیں، ہوا میں نے خواب میں دیکھا اور ظاہر ہے کہ خواب میں آدمی سب کچھ دیکھتا ہے وہ ہوتا نہیں، لیکن ع عشق است و ہزار بدگمانی۔ جب کسی چیز سے محبت ہوتی ہے اور جب کسی چیز کی اہمیت ہوتی ہے تو آدمی اس کے خیال سے بھی پریشان ہوجاتا ہے اور کہیں اس کو وہم بھی آجائے تو اس سے بھی اس کی چیخ نکل جاتی ہے اور اس کی نیند حرام ہوجاتی ہے۔

اسلام کیلئے کسی موہوم خطرے کو بھی گوارا نہیں کرنا چاہئے

یہ تھا اسلام کا ابتدائی درجہ کہ مسلمان اپنے بچہ کے لئے موہوم سے موہوم خطرہ بھی قبول کرنے کو تیار نہ ہو یعنی کفر و شرک کا، بُت پرستی اور عقائد کی خرابی کا خطرہ، اگر یہ بات نہیں ہے تو سچ پوچھئے تو ہمارا ایمان قابل اطمینان نہیں ہے، حدیث میں آتا ہے کہ جس شخص میں یہ بات ہوگی اس نے گویا ایمان کا بڑا درجہ پایا، تو اس تصور سے کہ وہ پھر کفر کی طرف چلا جائے گا اور اس کا امکان ہے، وہ اتنا ڈرے جتنا کہ کسی آدمی کو آگ میں جھونک دیئے جانے سے ڈر معلوم ہوتا ہے، کہ جیسے کوئی بہت بڑا الاؤ جل رہا ہو اور اس کے لڑکے کو کوئی لے کر اس میں پھینک دے اس سے کسی ماں باپ کو جو تکلیف ہوگی اور ان کے رونگٹے کھڑے ہوجائیں

www.abulhasanalinadwi.org

اور ماں باپ چیخنے لگیں اور ممکن ہے کہ ان کا دم نکل جائے، اتنا ہی صدمہ ایک مسلمان کو اپنے بچہ کے بارے میں اِس خیال اور اِس تصور سے کہ یہ بچہ کبھی اسلام کی دولت سے محروم ہوجائے گا اور کبھی ارتداد کے راستے پر پڑ جائے گا ہونا چاہئے کہ یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے اور اگر یہ بھی نہیں ہے تو بھائی اپنے اپنے ایمان کی خیر منانی چاہئے، چاہے ہم کتنی نمازیں پڑھتے ہوں، اور چاہے ہم کیسی ہی مسجدیں بناتے ہوں، اور چاہے ہم کتنا ہی صدقہ اور خیرات کرتے ہوں، اور بلکہ میں آگے بڑھ کر یہاں تک کہتا ہوں کہ چاہے ہم دس دس حج کر چکے ہوں، صاف صاف سن لیجئے اگر ہم نے حج پر حج کئے اور اگر ہم نے کوئی بڑا عربی کا مدرسہ بھی قائم کر دیا ہے اور ہم بڑے علماء اور اپنے بزرگوں کے بڑے معتقد بھی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہم اس کو گوارا کرتے ہیں اور اس کا امکان ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارا بچہ اسلام سے بالکل محروم ہوجائے گا، کوئی حرج نہیں اس کو بڑی تنخواہ ملے گی، وہ بڑے عہدے پر ہوگا تو دین کے ایک طالب علم کی حیثیت سے میں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ یہ حج قیامت کے دن کام نہ آئیں گے اور آپ کو بخشوا نہیں سکیں گے۔

جسمانی موت کے بجائے روحانی موت خطرناک ہے

آپ فرض نمازیں پڑھیں۔ آپ پانچوں وقت کی فرض نمازیں پڑھیں اور سنت مؤکدہ کو ادا کرلیں اور اگر آپ پر حج فرض ہے تو ایک مرتبہ آپ حج کرلیں، اور اگر زکوٰۃ آپ پر فرض ہے تو آپ زکوٰۃ دے دیں، اس کے بعد آپ سے کوئی نفلی کام نہ ہوتا ہو، آپ کوئی تسبیح نہ پڑھتے ہوں، صاف کہتا ہوں اور دین کے ایک نمائندے کی حیثیت سے آپ سے کہتا ہوں، لیکن آپ کے دل میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہو کہ سب کچھ گوارا ہے، یہاں تک کہ ایمان کے تقاضے پر لڑکے کی موت بھی گوارا ہے، بہت مشکل سے، بہت ہی ناگواری کے ساتھ یہ سخت الفاظ ادا کر رہا ہوں، لیکن مجھے دین کا جو تھوڑا سا فہم ہے وہ مجھ سے کہلوا رہا ہے اور وہ تھوڑی سی امانت جو میرے سینے میں ہے، وہ بلوا رہی ہے تو میں کہتا ہوں کہ اسلام کی علامت یہ ہے کہ آدمی اپنے بچہ کی موت کو، اس کی جسمانی موت کو، اس کی روحانی موت پر ترجیح دے، وہ کہے کہ چار مرتبہ اور دس مرتبہ اس پر جسمانی موت طاری ہوجائے۔ لیکن ایک مرتبہ بھی اس پر اعتقادی موت، معنوی موت، روحانی موت، انسانی موت طاری نہ ہو جس کی وجہ سے وہ ابدالآباد تک جہنم میں جلتا اور پھنکتا رہے گا اور اس

www.abulhasanalinadwi.org

پر عذاب ہوگا، بڑے سخت لفظ ہیں، بڑی مشکل سے میری زبان سے ادا ہوئے، میں آپ سے معافی چاہتا ہوں، بچوں والی ماؤں سے معافی چاہتا ہوں، اور صاحب اولاد والدین سے معافی چاہتا ہوں، مگر ایمان کا یہ تقاضا ہے کہ آدمی یہ دعا کرے کہ اے اللہ اگر ایمان سلامت رہتا ہے اگر اس بچے کو اسلام کے راستہ پر چلنا ہے اگر اس کو کل حشر کے دن اللہ کے رسول کے سامنے مسلمان بن کر کھڑا ہونا ہے، اور ان کی شفاعت کا مستحق ہونا ہے تو اس کو زندہ رکھ ورنہ اس کو دنیا سے اٹھالے یہ ہے ایمان کا تقاضا۔

ہماری ایمانی حالت قابل تشویش ہے

مگر ہم کس حالت میں ہیں؟ اتنا سا خطرہ ہم نہیں برداشت کر سکتے کہ ہمارے لڑکے کو دو ہزار تنخواہ کے بجائے ڈیڑھ ہزار تنخواہ ملے۔ اردو سے ہم بیزار ہیں، اردو سے ہمارا کوئی تعلق نہیں، دینیات سے ہمارا کوئی تعلق نہیں، نماز روزے سے ہمارا کوئی تعلق نہیں، بنیادی عقائد جو ہیں، خدا کی وحدانیت اور توحید اور رسول کی رسالت اور قیامت اور حشر پر ایمان کسی چیز سے ہمیں وابستگی نہیں ہے، ہمیں اس سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔ بس ہمارا بچہ پڑھ لکھ جائے، کسی عہدے

پر پہنچ جائے۔ حالانکہ اس کے بعد جو حشر ہوتا ہے وہ ہمیں آپ سب کو معلوم ہے، کہ وہ ماں باپ کی کتنی خدمت کرتا ہے اور اس نے کتنا سبق سیکھا تھا ماں باپ کی خدمت کرنے کا، آپ نے اس کے دین کو داؤں پر لگایا کہ ہمارے کام آئے، اور وہ آپ کو ٹھوکر مارتا ہے اور لات مارتا ہے ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

یاد رکھئے! اگر آپ نے اپنے لڑکے کی دنیا کو اس کے دین پر ترجیح دی۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی زندگی میں دکھلائے گا کہ آپ ترسیں گے اس کے ایک ایک پیسے کو، آپ ترسیں گے اس کی روٹی کے ٹکڑے کو، آپ ترسیں گے اس کے ایک سلام کو کہ وہ آپ کو سلام کرے، یہ خدا کی طرف سے فوری اور پہلی سزا ہے جو دنیا میں ملتی ہے اور جو سزا وہاں ملے گی قرآن نے اس کی بھی وضاحت کر دی ہے کہ وہ اولاد یہ کہے گی کہ رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا

سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن

www.abulhasanalinadwi.org

ایک نسل کی نسل کھڑی ہوگی اولاد کی، بچوں کی ایک پلٹن کیا منی دنیا ہوگی، وہ کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار، ہم نے اپنے بڑوں کی، اپنے سرداروں کی، اپنے ماں باپ کی بات مانی، بات ماننے کا کیا مطلب ہے؟ جس راستے پر لگایا، ہم لگ گئے، تو انہوں نے ہمیں کہیں کا نہیں رکھا، ہم دین سے محروم ہو گئے اے اللہ ان کو دوگنا عذاب دے، اور اچھی طرح آسمان سے ان پر لعنت کی بارش برسا۔

صاف صاف آپ کو بتا رہا ہوں کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ بچہ کی فاقہ کشی، بچہ کا کچھ نہ ہونا، بچہ کی جیب کا بالکل خالی ہونا، اس کا کسی طرح کی عزت و دولت سے محروم رہنا گوارا بلکہ دل سے گوارا اور شکر کے ساتھ گوارا ہو اور یہ گوارا نہ ہو کہ وہ ایمان کی دولت سے محروم ہو جائے اور وہ ارتداد کے راستے پر پڑ جائے یا دیوالا کے چکر میں پھنس جائے یا صاف صاف شرک و بت پرستی پر اس کا یقین ہو جائے، اگر یہ نہیں ہے تو اپنے ایمان کی خیر منائیے اور پوچھیے عالموں اور مولویوں سے کہ ایمان رہا یا نہیں رہا؟

صحابہ کرام کے ایمان و عمل کی اعلیٰ معیار کی ایک مثال

میں اپنی ماؤں اور بہنوں سے کہتا ہوں کہ حضرت خنساءؓ نے جن کے کئی کئی بیٹے تھے، سب کو بلا کر کہا لڑائی اور جنگ ہو رہی ہے، مسئلہ نوکریوں کا نہیں ہے، مسئلہ کھانے پینے کا نہیں ہے، مسئلہ ہے جان کا، جن کے لئے راتوں کو مائیں نیندیں حرام کرتی ہیں اور لئے لئے پھرتی ہیں اور کھانا پینا بھول جاتی ہیں، اس اللہ کی بندی اور مؤمنہ نے اپنے جوان لڑکوں کو بلایا اور کہا کہ دیکھو میں نے تم کو پالا تھا اس دن کے لئے، اب وقت آیا ہے کہ تم اسلام پر جان دو، اللہ کا نام لو اور میدان میں جاؤ، اس کے بعد ان لڑکوں کو رخصت کیا گویا کفن پہنا کے رخصت کیا، اس کے بعد خبر آتی ہے ایک ایک کی شہادت کی، جب آخری لڑکے کی شہادت کی خبر آئی تو کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَکْرَمَنِیْ بِشَهَادَتِهِمْ میں اس خدا کی شکر گزار ہوں جس نے میرا رتبہ بڑھایا ان کی شہادت سے، اپنے دلوں پر ہاتھ رکھ کر دیکھئے کس میں ہے یہ ہمت، آج اس کا موقع نہیں، آج یہ نہیں کہا جا رہا ہے کہ بچوں کو میدان جنگ کے لئے رخصت کیجئے، کہاں ہو رہی ہے جنگ، اور کہاں اس کا موقع، لیکن یہ کہا جا رہا ہے کہ بچوں کے ایمان بچانے کے

www.abulhasanalinadwi.org

لئے کچھ قربانی دیجئے، کچھ ذرا سا ایمان کا مظاہرہ کیجئے، کچھ ایمان کا وہ آپ ثبوت دیجئے کہ اگرچہ معاشی خطرہ ہو، عزت کا خطرہ ہو، اور اس ملک میں کون سی عزت اس ملت کو حاصل ہے کہ جس میں کوئی بڑا فرق پڑ جائے گا، آج کون سا بڑے سے بڑا معزز فرد آپ کے یہاں معزز ہے، ملتیں عزت پاتی ہیں کسی اور چیز سے، خالی ایک نائب صدر جمہوریہ ہو جائے اور کوئی کبھی صدر جمہوریہ بھی ہو جائے تو اس سے ملت کو عزت نہیں ملا کرتی، تو وہ کون سی عزت ہے جس میں فرق پڑنے کا اندیشہ ہے۔ اور افراد کی عزت کوئی حیثیت نہیں رکھتی، جب جماعت معزز ہوتی ہے، ملت معزز ہوتی ہے تو افراد بھی معزز ہوتے ہیں، انگریز یہاں جب صاحب اقتدار تھا تو اس کی فوج کے گورے جن کو ہم لوگ بچپن میں کہا کرتے تھے کہ یہ صاحب لوگ ہیں آج انہیں کوئی پوچھتا بھی نہیں، کہاں گئے وہ انگریز جن کا وہ کرّ و فر تھا، کچھ کرّ و فر نظر نہیں آتا لیکن جب یہاں ان کا اقتدار تھا تو ایک معمولی سا، ایک تھوڑی سی تنخواہ پانے والا ایک گورا جس کو دو حرف انگریزی کے پڑھنے نہیں آتے تھے، وہ بھی بادشاہ بنا ہوا تھا، ملتوں کو عزت ملتی ہے ان کے کردار سے ان کی قربانیوں سے، ان کی طاقت و حکومت سے، وہ کون سی عزت ہے جس کو بڑا بٹہ لگ جائے گا یا بڑا فرق آجائے گا یہ کہ لڑکا فورآ کمپٹیشن میں

آجائے، آئی اے ایس میں آجائے، پولیس میں آجائے۔ اس خطرہ کو بھی اور اس میں ذرا سا بھی کچھ فرق پڑتا ہو اس کو اگر آپ نہ برداشت کر سکیں تو پھر وہ ایمان کہاں ہے؟ پھر تو ایمان خالی اس کے لئے ہے کہ آپ ایمان کا دعویٰ کرتے رہیں اور ایمان ایمان کہتے رہیں۔

کم از کم ایمان کا اذنی تقاضا تو پورا کریں

مسئلہ یہ ہے کہ اپنے بچوں کے ایمان کو بچانے کے لئے آپ کہاں تک ان تجاویز پر عمل کریں گے اور کہاں تک آپ اس دینی تعلیمی کونسل اور اپنے اپنے ضلع کی انجمن تعلیمات دین کی دعوت بلکہ اس کی درخواست کو قبول کریں گے، بس یہ ہے اور میں اسی پر ختم کرتا ہوں، زیادہ گنجائش نہیں ہے تقریر کی اور یہ بھی جو کچھ میں نے کہا یہ بھی ایک جذبے نے کہلوایا ورنہ وقت میں نہ اس کی گنجائش ہے اور نہ میری صحت ہی اس کی متحمل ہے، کہ ہماری مائیں، بہنیں اور خواتین جو پس پردہ ہیں وہ اور جو بھائی سامنے بیٹھے ہوئے ہیں وہ فیصلہ کریں اور یہ بات اپنے دل میں لے کر جائیں یہاں سے اٹھ کر، آج صبح سے جو کانفرنس یہاں ہو رہی ہے اور جو مجلسیں ہو رہی ہیں، اُن سب کا پیغام یہی ہے کہ ایمان کی قدر کریں ——— ایمان کی قیمت

www.abulhasanalinadwi.org

پہچانیں، ایمان کا بالکل ابتدائی اور ادنیٰ تقاضا پورا کریں وہ یہ کہ ہر قیمت پر اپنی اولاد کے ایمان کو بچانا ہے اور اپنی نسل کو مسلمان رکھنا ہے اس کے لئے جو بڑے سے بڑا مطالبہ ہو، اسے ہر حال میں پورا کریں۔

سنتِ یعقوبی کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے

ایک بات جو اصل لُبّ لباب اور نچوڑ ہے ساری باتوں کا وہ یہ کہ ہر حال میں اپنی آئندہ نسل اور بچوں کی شکل میں اللہ نے آپ کو جو نعمت عطا فرمائی ہے، اللہ کی اس نعمت کا شکریہ ہے کہ ان کو اسلام پر قائم رکھنے کی آپ پوری کوشش کریں، دعا کریں، جدّوجہد کریں، قربانی جو دینے کا وقت آئے تو قربانی دیں اور کم سے کم اپنے ارادے سے اور اپنی مرضی سے ان کو اسلام سے ناآشنا نہ ہونے دیں اس کے بعد ان کی قسمت اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ وہ غالب ہونے والا ہے اور اللہ کا فیصلہ یہی ہے، نہ آپ روک سکتے ہیں، نہ ہم روک سکتے ہیں، اور جب نبی نہیں روک سکے وہ ایک اپنے والد کو راستہ پر نہ لا سکے، اور ایک اپنے بیٹے کو اسلام کے سایہ میں نہ لا سکے تو ہم اور آپ کیا ہوتے ہیں، یہ تو ہے اللہ تعالیٰ کا منشاء اور اس کی مرضی۔

لیکن ہمارے آپ کے کرنے کا کام یہ ہے کہ جو کچھ بھی ہم سے

ہو سکے گا ہم اپنی پوری طاقت اس پر لگا دیں گے کہ ہمارے جیتے جی یہ خطرہ نہ ہو جیسے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے انتقال سے پہلے اپنے بچوں، پوتوں اور نواسوں کو جمع کیا اور کہا کہ اے میرے بیٹو یہ بتا دو کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

کیا تم خود (اس وقت) موجود تھے جس وقت یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا (اور) جس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم لوگ میرے (مرنے کے بعد) کس چیز کی پرستش کرو گے۔ انہوں نے (بالاتفاق) جواب دیا کہ ہم اس کی پرستش کریں گے جس کی آپ اور آپ کے بزرگ (حضرات) ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و اسحٰقؑ پرستش کرتے آئے ہیں یعنی وہی معبود جو وحدہٗ لاشریک ہے اور ہم اسی کی اطاعت پر (قائم) رہیں گے۔ (البقرۃ رکوع ۱۶)

دیکھو میرے بیٹو! اے میرے پوتو! اے میرے نواسو میری پیٹھ قبر

www.abulhasanalinadwi.org

سے نہیں لگے گی، زمین سے نہ لگے گی جب تک کہ مجھے یہ اطمینان نہ ہوجائے کہ میرے بعد تم کس راہ پر چلوگے؟ اور کس کی تم عبادت کروگے؟ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ ؟ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ وہ نبی کی اولاد تھی، انہوں نے کہا کہ ابا جان، دادا جان نانا جان آپ کیوں گھبرا رہے ہیں آپ نے جو ہمیں سبق پڑھایا ہے اس کو ہم لوگ بھولیں گے نہیں، ہم آپ کے اور آپ کے والد حضرت اسحٰقؑ، آپ کے چچا حضرت اسمٰعیلؑ اور آپ کے دادا حضرت ابراہیمؑ کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں گے اور اسی خدائے واحد کی ہم پرستش کریں گے، تب جاکر حضرت یعقوب علیہ السلام کو اطمینان ہوا، کہیں انہوں نے یہ نہیں کہا کہ دیکھو بیٹو! فلاں جگہ میں نے کچھ پیسے گاڑ دیئے تھے، فلاں پر میرا اتنا قرضہ ہے، فلاں اتنی زمین چھوڑ کر جا رہا ہوں، اتنے کھیت چھوڑ کر جا رہا ہوں، یہ تم سب لینا، یہ بھی نہیں کہا کہ محبت اور اتحاد کے ساتھ رہنا جیسے بہت سے مشفق باپ کہتے ہیں، کچھ نہیں، ایک بات کہی کہ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ؟ یہ نبی کا اسوہ ہے اور یہی ہمیں تعلیم دی گئی ہے، بس میں اس پر ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں

کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی قدر نصیب فرمائے، اور ان خطروں کا احساس کہ جو اس کے نہ ہونے سے اللہ اور رسول نے بیان کئے ہیں، اور قرآن میں صاف صاف کہہ دیا گیا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ

اے ایمان والو تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن (اور سوختہ) آدمی اور پتھر ہیں جس پر تند خو (اور) مضبوط فرشتے (متعین) ہیں جو خدا کی (ذرا) نافرمانی نہیں کرسکتے کسی بات میں جو ان کو حکم دیتا ہے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو (فوراً) بجالاتے ہیں۔

(پ۲۸ التحریم رکوع ۲)

اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جان کو بھی اور اپنے گھر والوں کو بھی ایسے دوزخ کی آگ سے کہ جس کا ایندھن آدمی ہیں اور پتھر ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو توفیق دے کہ ایمان کی جو دولت محض اپنے فضل اور بندہ نوازی سے اپنے نبیوں، اولیاء اللہ اور اپنے مقبول بندوں کے ذریعہ بغیر محنت کے نصیب فرمادی ہے، ہم اس کو قائم رکھیں،

www.abulhasanalinadwi.org

اپنی زندگی میں بھی، اور اپنی اولاد کے لئے بھی ہم اس کو محفوظ کر جائیں
اپنی حد اور اپنی دانست تک، اس کے بعد اللہ کو جو منظور ہے، اللہ ہمارے
ایمانوں کی حفاظت فرما، ہمارے بچوں کے بھی ایمانوں کی حفاظت
فرما، آئندہ نسلوں کی بھی حفاظت فرما۔ اور ہمیں جب تک زندہ رکھ،
اسلام کے صراطِ مستقیم پر قائم رکھ، اور جب اٹھا دنیا سے تو ایمان کے
ساتھ اٹھا، اور ہمارے بچوں کو بھی اور ہماری آنے والی اولاد کو بھی،
اُس نسل کی نسل کو بھی، اولاد در اولاد کو بھی، اے اللہ ایمان سے
وابستہ رکھ، اور اُس راستے پر چلاتا رہے جو تیرے پیغمبرؐ نے بتایا
اور جو تیرے نبیؐ لے کر آئے، اور ایمان کے ساتھ ان کو دنیا میں بھی قائم
رکھ، اور ایمان کے ساتھ ان کو اٹھا بھی اور ایمان کے ساتھ ان کا حشر
بھی فرما۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَ
تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

"ایمان جان سے زیادہ عزیز ہونا چاہئے"

یہ مختصر اور جامع تقریر حضرت مولانا دامت برکاتہم نے دینی تعلیمی کونسل کی علاقائی کانفرنس منعقدہ ۱۶ دسمبر ۱۹۹۳ بوقت نو بجے شب بمقام دارالعلوم الاسلامیہ بستی فرمائی۔

www.abulhasanalinadwi.org

محاضرات 1924
1156

باسمہٖ تعالیٰ

”ایمان
جان سے زیادہ عزیز ہونا چاہیئے“

حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کا قصہ اور ایمان کی قدر و قیمت

مجھے صرف چند باتیں عرض کرنی ہیں ایک تو یہ کہ اگر میں آپ سے کوئی معاہدہ کرتا تو یہ کرتا کہ آپ اس احساس و شعور کو زندہ رکھیں کہ ایمان جان سے زیادہ عزیز ہے، ایمان جان سے زیادہ پیارا ہے، اور ہم یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ بچہ کی جان سے اس کی صحت سے اس کا ایمان زیادہ عزیز ہے، ایمان زیادہ قیمتی ہے، اس کے لئے میں آپ کے سامنے قرآن کریم کی دو آیتوں سے استدلال کرتا ہوں اور جب بھی پڑھتا ہوں تو مجھے حیرت ہوتی ہے، اور وہ حیرت ختم نہیں ہوتی، لیکن مجھے اندیشہ بلکہ میرا احساس یہ ہے کہ بہت کم لوگوں نے اس سے صحیح نتیجہ نکالا ہے، اسلاف کرام اور مفسرین عظام کا ذہن بیشک ان

چیزوں کی طرف گیا ہوگا، جہاں ہمارا جا نہیں سکتا، لیکن آج کے پڑھنے والے بہت کم یہ نتیجہ نکالتے ہیں قرآن مجید کی سورۂ کہف میں آخر یہ قصہ کیوں بیان کیا گیا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کی جان لے لی، اور وہ بھی ایک اولوالعزم اور ایک عظیم الشان پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی اور رفاقت میں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے جب پوچھا کہ آپ نے بچہ کے ساتھ یہ کیا معاملہ کیا ؟ اس کا کیا جرم تھا؟ اور کیا وہ جرم ایسا تھا کہ اس کی جان لے لی جائے ؟ حضرت خضر ع نے کہا کہ اس کے ماں باپ دونوں صاحب ایمان اور نیک تھے اور یہ بچہ فتنہ بننے والا تھا، اگر یہ زندہ رہ جاتا تو اپنے ماں باپ کے ایمان کے لئے خطرہ بنتا تو میں نے اس لئے ان کو اس خطرہ سے بچا لیا اور اس کی جان لے لی کہ اللہ اور اولاد دے گا،

آج کہیں پوری دنیائے اسلام میں بڑی سے بڑی آزاد حکومت اور شرعی حکومت بھی اس پر عمل نہیں کر سکتی، آپ سب جانتے ہیں کہ اس پر عمل کرنا بالکل حرام اور ناجائز ہے کہ محض اس خطرے سے کہ یہ بچہ کبھی فتنہ بن جائے گا (اور بہت سے بچے فتنہ بن رہے ہیں، اور ہم دیکھ رہے ہیں) اسکی جان لینے کی اجازت نہیں، اور جان لینا تو جان لینا ہے کوئی اور بہت

www.abulhasanalinadwi.org

بڑی سزا معصومیت کی حالت میں نہیں دی جاسکتی، اور یہاں سوال پیدا ہوگا کہ پھر قرآن کریم نے قیامت تک کے لئے اس قصہ کو سورۂ کہف میں داخل کرکے اُسے زندہ جاوید کیوں بنادیا؟ کہ یہ قیامت تک پڑھا جائے گا، تو اس نے ایسا اس لئے کیا تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ ایمان کی یہ قیمت ہے۔ اگرچہ آج اس پر عمل نہیں ہوسکتا اور تشریعی طور پر اس پر عمل کرنا حرام بھی ہے اور قتل ناحق ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسے قرآن مجید کی سورۂ کہف میں بیان فرمارہا ہے اُسے ایک پیغمبر اور اس کے رفیق کار (جن کا کم سے کم درجہ اولیاء اللہ کا ہوگا) فعل بتایا جارہا ہے آخر اس کی حکمت کیا ہے؟ حکمت یہی ہے کہ ہم آپ سوچیں کہ ایمان وہ قیمتی چیز ہے کہ اس کے لئے حضرت خضر علیہ السلام (نے جو بڑے فقیر، بڑے عارف باللہ، اور بڑے صاحب بصیرت اور مقبول عند اللہ تھے) انہوں نے یہ کام کیا کہ اس بچے کی جان لے لی، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ قصہ سنایا، اور قرآن مجید میں ہمیشہ کیلئے محفوظ کردیا تاکہ پڑھنے والے یہ سمجھیں کہ ایمان اتنی بڑی چیز ہے کہ اسکے لئے جو چیز خطرہ بننے والی ہے اس خطرہ کو بھی دور کرنا چاہئے چاہے وہ کیسی ہی پیاری اور عزیز کیوں نہ ہو، مگر ہم لوگ اس طرح نہیں سوچتے قرآن کریم کا یہ اعجاز اور الہامی نکتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس قصہ میں بیان

فرمایا ہے، کہ حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام ایک بستی میں گئے، اور وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک دیوار مسمار ہونے والی ہے، اس موقع پر وہ زبان حال سے گویا کہہ رہے تھے کہ ہم پردیسی ہیں اور ہماری ضیافت ہونی چاہئے اور زبان قال سے بھی جیسا کہ قرآن مجید سے اشارہ معلوم ہوتا ہے لیکن پوری بستی میں کسی نے خبر نہیں لی، اور کھانا پیش نہیں کیا، اور وہ بھوکے رہے، مگر دیوار جو گر رہی تھی حضرت خضر علیہ السلام اس کے سنبھالنے میں لگ گئے اور آپ جانتے ہیں کہ گرتی ہوئی دیوار کو سنبھالنا کتنا مشکل ہوتا ہے، حیرت کی بات ہے کہ کہاں سے وہ مسالہ لائے، اور انہوں نے کتنی محنت کی ہوگی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا عجب تضاد ہے، جنہوں نے کھانے تک کی خبر نہیں لی ہم سے کھانے کو نہیں پوچھا، ان کا کہاں سے یہ حق تھا اور کیسا احسان تھا کہ آپ نے اس دیوار کو جس کی مرمت میں وہ مزدور لگاتے، پیسے خرچ کرتے اور خود توجہ کرتے آپ نے اس دیوار کو سنبھال دیا تو انہوں نے کہا

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَا اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ

www.abulhasanalinadwi.org

یہ دیوار دو یتیم بچوں کی تھی جن کا باپ نیک تھا، یہ دیوار اگر گر جاتی تو جو خزانہ اندر دبا ہوا تھا وہ کھل جاتا، سامنے آجاتا اور لوگ لوٹ لے جاتے، اور ان کو غربت کا سامنا کرنا پڑتا، اور ان کے پاس کچھ نہ رہتا، ایک طرف جان کی ایمان کے خطرے سے اور ایک طرف دیوار سنبھالی ایمان کی فضیلت کی وجہ سے یعنی وہ خود بھی نہیں بلکہ ان کے باپ نیک تھے معلوم نہیں انکے انتقال کو کتنا زمانہ ہو گیا تھا۔

لیکن حضرت خضر علیہ السلام نے اس ایمان کی اتنی قیمت جانی کہ اس دیوار کو سنبھالا، اور اس کو کھڑا اور ٹھیک کر دیا، اور وہ خزانہ دبا رہا۔ یہ دونوں واقعے اللہ تعالیٰ نے ایک ہی سورت میں اور اوپر نیچے بیان کئے تاکہ آپ کو ایمان و کفر کا فرق معلوم ہو، ایک طرف ایمان کی یہ قیمت کہ جو بچہ خطرہ بننے والا تھا اس کو ختم کر دیا، اور ایک طرف ایمان کی یہ قیمت کہ جن کا باپ نیک تھا ابھی ان کا وقت نہیں آیا تھا ابھی وہ سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے اور وہ دو یتیم بچے تھے، ان کا باپ چونکہ صاحب ایمان تھا اور نیک تھا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ایمان کی قدر دانی میں دیوار سنبھالنے کا انتظام فرمایا اور الہام کے ذریعہ حضرت خضر علیہ السلام نے وہ دیوار سنبھال لی۔

ایمان کو جان پر مقدم سمجھنا ایمان کا تقاضا ہے

بس میں یہ کہتا ہوں کہ اس سے آپ ایمان کی قیمت سمجھئے اب یہ حکم نہیں ہے کہ جس کو آدمی قابل خطرہ سمجھے اس کو اس طرح ختم کر دے بلکہ بہتر یہ ہے کہ اگر خطرہ سمجھے تو اس کو اس دیوار کی طرح سنبھالے، جو گر رہی تھی، ویسے ہی اپنی اولاد کو اور آئندہ آنے والی نسل کو گرتی ہوئی دیوار کی طرح کھڑا کر دے، اس کو مضبوط بنائے، مستحکم کرے، مسئلہ صرف اتنا ہے کہ اگر ہمارے ذہن اور ہمارے عقیدے نے اس کو قبول کر لیا، کہ ایمان جان سے زیادہ عزیز ہے تو پھر علاج معالجہ اور کپڑے بنانے اور اس کی پوشاک کا خیال کرنے اور پھر آگے بڑھ کر اعلیٰ تعلیم دلانا ان سب سے زیادہ ضروری یہ ہوگا کہ ان کے دل میں ایمان بٹھایا جائے، _____ ان کے علاج معالجہ سے، کپڑے بنانے سے، انہیں دعائیں دینے سے، اور انہیں دیکھ دیکھ کر خوش ہونے سے بھی زیادہ ضروری یہ ہے کہ ان کے ایمان کا تحفظ کرے، اور ایسا انتظام کرے کہ ایمان جانے نہ پائے، آخری بات میری طرف سے یاد رکھئے کہ ایمان جان سے زیادہ عزیز ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا

اے ایمان والو اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ

دوزخ کی آگ سے کس طرح بچا سکو گے؟ ایمان کے ذریعہ سے بچا سکو گے، سب سے پہلا اور اہم ترین فریضہ ہے اپنی آئندہ نسل کے ایمان کی حفاظت کا سامان کرنا، اور اسے ان جھگڑوں، ان ناکوں، اور ان ٹھکانوں سے بچانا یہاں تک کہ ان تعلیم گاہوں سے بچانا، جہاں ایمان کا خطرہ ہو، اور اس کا بدل مہیا کرنا کہ بے علم بھی نہیں رہ سکتے اس دنیا میں نہ پہلے اس کا جواز تھا اور نہ اب جواز ہے، تو تعلیم ضرور ہونی چاہئے۔ لیکن تعلیم اس طرح نہیں ہونی چاہئے کہ ایمان خطرہ میں پڑ جائے۔ پھر چاہے آدمی آسمان پر اڑے، اور دریا پر چلے، اور سائنس میں اور علم جدید میں اور دوسرے فنون میں کتنی ہی ترقی کرے، اور بڑے سے بڑا سرمایہ دار قارون وقت بن جائے، لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں اور اس کے پیغمبروں کے یہاں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی حقیقی قیمت سمجھنے، اس کو دنیا کی ہر چیز، ہر دولت پر، ہر نعمت پر، ہر ترقی پر، ہر لذت پر اس کو ترجیح دینے کی توفیق عطا فرمائے، کہ اپنے ایمان کی بھی فکر کریں اور اپنے اولاد کے ایمان کی بھی فکر کریں

اے اللہ ہم سب کے ایمان پر قائم رہنے کی فکر کریں۔

سب سے بڑھ کر نسل کشی، عقیدے اور ایمان کی نسل کشی ہے کہ یہ نسل رہے اور ایمان نہ رہے، دین کا امتیاز اور دین کا فرق نہ رہے، اور باقی تہذیب اور کلچر اور رسم الخط اور دوسری چیزیں تو اپنی جگہ پر ہیں اس کا پورا ایک منصوبہ تیار ہے کہ لوگ اسلام پر قائم نہ رہیں، جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے تفصیل سے کہا، میں نے اسپین دیکھا ہے اور ڈاکٹر اشتیاق صاحب بھی میرے ساتھ تھے، اور ہم نے پورا اسپین، غرناطہ وغیرہ دیکھا، وہ اسپین کہ وہاں آج کان ترستے ہیں اذانوں کے لئے اور آنکھیں ترستی ہیں نمازیوں کو دیکھنے کے لئے، قرطبہ کی جامع مسجد دنیا کی عظیم ترین مسجد ہے، اس میں نماز پڑھنے کی اجازت ملی تو کچھ دیر وہاں عبادت کی توفیق ملی۔

اللہ تعالیٰ اس ملت اسلامیہ ہندیہ کو اس ملک میں اپنے تمام تشخصات کے ساتھ، اپنے تمام امتیازات کے ساتھ، سب سے بڑھ کر دین و ایمان اور عقیدہ کے ساتھ، حمیت دینی اور حمیت اسلامی کے ساتھ اور نہ صرف یہ کہ ایمان کے باقی رہنے کی ضمانت کے ساتھ اور اس کے اسباب و ذرائع کی موجودگی کے ساتھ بلکہ اس کو ترقی کرنے اور دنیا کے

www.abulhasanalinadwi.org

دوسرے اسلامی ملکوں تک اسلام کا پیغام پہنچانے، اور یورپ و امریکہ تک اسلام کا پیغام پہنچانے، مسلمان بنانے کے لئے، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے مدد فرمائے، اور مسلمانوں کو توفیق دے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو وسائل دیئے ہیں، جتنی سمجھ دی ہے۔ جتنا وقت دیا ہے، اس کو وہ اس کے تحفظ میں خرچ کریں۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

---

www.abulhasanalinadwi.org